خطباتِ حرم

(اس سال حج کے موقع پر مجھ کو یہ شرف حاصل ہوا تھا کہ حج کے موضوع پر پاکستان و ہندوستان اور دوسرے ممالک سے آئے ہوئے اُن حجاج کو خطاب کروں جن کی زبان اُردو ہے۔ یہ تقریریں ۵-۶ اور ۷ ذی الحجہ کو نمازِ عصر کے بعد حرم پاک میں زمزم کے مقام پر کی گئی تھیں۔ ا-م)

پہلا خطبہ

حمد و ثنا کے بعد: برادرانِ اسلام! یہ ہم سب کی انتہائی خوش بختی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنے اس گھر کی زیارت کا شرف بخشا اور یہ موقع نصیب فرمایا کہ ہم یہاں حج کے لیے آئیں اور اُن "آیات بیّنات"[ل] کو دیکھیں جو اس سرزمین میں عموماً اور خانۂ کعبہ اور مسجد حرام میں خصوصاً نمایاں طور پر نظر آ رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں آکر ایک آدمی اگر کھلی آنکھوں سے دیکھے اور سمجھنے کی کوشش کرے تو اس کو ہر طرف اللہ کی نشانیاں ہی نشانیاں نظر آئیں گی جنہیں دیکھ کر اس کا دل ایمان سے بھر جائے گا۔

حضرات! آج سے چار ہزار برس پہلے یہ جگہ بالکل ایک سنسان وادی تھی۔ دنیا سے الگ تھلگ، اس ریگستان میں، ان پہاڑوں کے درمیان، اس وادی میں اللہ کا ایک بندہ آتا ہے اور ایک چار دیواری کھینچ کر اعلان کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، اور دنیا بھر کو پکار دیتا ہے

[ل] اشارہ ہے قرآن مجید کی اس آیت کی طرف جس میں اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کے متعلق فرمایا ہے کہ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ "اس میں روشن نشانیاں ہیں" (آل عمران - ۹۷)

کر آؤ اس کا حج کرو۔ اب دیکھیے آخر کیا بات ہے کہ چار ہزار برس سے دنیا بھر کے انسان اس پکار پر لبیک لبیک کہتے ہوئے اس گھر کی طرف کھچے چلے آرہے ہیں اور آج تک تاریخ میں ایک سال بھی ایسا نہیں گزرا ہے کہ اس کا حج اور اس کے گرد طواف نہ ہوا ہو۔ کوئی دوسرا انسان ذرا ہمت کر کے کوئی جگہ بنا کر تو دیکھے اور اس کو قبلۂ عالم بنانے کے لیے اپنی سی پوری کوشش کر کے دیکھ لے۔ اسے خود معلوم ہو جائے گا کہ کتنے انسان اس کی طرف کھنچ کر آتے ہیں۔ یہ صریح علامت ہے اس بات کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، انہوں نے فی الواقع اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی اور اس کے حکم سے یہ گھر بنایا تھا۔ ان کے بناتے ہوئے اس گھر کو واقعی اللہ تعالیٰ نے شرفِ قبولیت عطا فرمایا ہے اور یہ بھی اللہ ہی کا حکم تھا جس کے تحت انہوں نے دنیا کو حج کی دعوتِ عام دی تھی۔ اسی وجہ سے اس گھر کو اور اس دعوتِ عام کو یہ کشش نصیب ہوئی کہ صدہا برس سے دنیا بھر کے انسان اس کی طرف کھچے چلے آرہے ہیں۔ قرآن مجید اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ وہ اللہ ہی تھا جس نے اس گھر کی تعمیر کے لیے اس جگہ کو منتخب فرمایا اور حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ اس کا حج کرنے کے لیے دنیا بھر کو پکار دیں:

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْقَاۗىِٕمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰي كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۔ (الحج: ۲۶-۲۷)

اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر کی جگہ تجویز کی تھی اس ہدایت کے ساتھ کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو، اور لوگوں کو حج کے لیے پکار دے کہ وہ آئیں تیرے پاس ہر دُور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار۔

حضرات! یہ اسی فرمانِ خداوندی کی برکت ہے کہ آج لاکھوں آدمی لبیک لبیک اللھم لبیک کی صدائیں بلند کرتے ہوئے فوج در فوج یہاں آرہے ہیں اور پروانوں کی طرح اس خانۂ کعبہ کے گرد

گھوم رہے ہیں۔ یہ اُن آیات بیّنات میں سے اوّلین اور نمایاں ترین نشانی ہے جو اس گھر میں آپ دیکھ رہے ہیں۔

اب ذرا ایک اور نشانی ملاحظہ فرمایئے۔ اس گھر کی تعمیر جب ہوئی تھی اُسی وقت اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا تھا کہ ہم اسے لوگوں کا مرکز و مرجع ہی نہیں بلکہ امن کا گھر بھی بنا دیں گے۔ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (البقرہ: ۱۲۵)۔ اس اعلان پر چار ہزار برس گزر چکے ہیں اور اس وقت سے آج تک یہ امن ہی کا گھر بنا ہوا ہے۔ نہ صرف یہ خود امن کا گھر ہے بلکہ جس شہر میں یہ واقع ہے وہ بھی امن کا شہر ہے اور اس کے گرد و پیش کئی کئی میل تک کا پورا رقبہ ایک ایسا حرم ہے جس کے اندر کسی نوعیت کی بدامنی نہیں ہو سکتی۔ آج روئے زمین پر اس حرم پاک کے سوا کوئی دوسرا گز بھر کا خطہ بھی ایسا نہیں پایا جاتا جسے اس معنی میں حرم ہونے کا شرف حاصل ہو، اور آج ہی نہیں کبھی دنیا میں کوئی دوسرا ایسا حرم نہیں پایا گیا ہے جس کا وہ احترام کیا گیا ہو جو اس حرم کا ہوا ہے۔ اس کی حرمت کا اندازہ آپ اس بات سے کیجیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک ڈھائی ہزار برس کا زمانہ عرب کی سرزمین میں ایسا گزرا ہے جس میں یہ ملک نظم و آئین سے محروم تھا۔ یہاں کوئی حکومت نہ تھی۔ کوئی قانون نہ تھا۔ ہر طرف بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔ قتل و خون اور غارت گری کا زور تھا۔ کسی کے لیے جان، مال اور عزت و آبرو کی امان نہ تھی۔ لیکن اس پورے ملک میں صرف یہ حرم پاک ہی ایک ایسا خطہ تھا جہاں ان ۲۵ صدیوں کے دوران میں کامل امن قائم رہا۔ عرب کے وہ لوگ جو شوقیہ خونریزی اور لوٹ مار کرتے تھے، جن کے قبائل میں سو سو برس تک مسلسل لڑائیاں ٹھنی رہتی تھیں اور پشت در پشت انتقام کا چکر چلتا رہتا تھا، ان کا بھی یہ حال تھا کہ اس حرم کے حدود میں پہنچتے ہی ان کے ہاتھ رک جاتے تھے، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل کو بھی یہاں پا لیتا تھا تو اس سے انتقام نہ لے سکتا تھا۔ یہ اس کے سوا اور کس چیز کا نتیجہ مانا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس خطۂ پاک کو حرم اور امن کا گھر بنا دیا تھا۔ یہ اللہ جل شانہٗ کے فرمان ہی کی برکت تھی کہ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا "جو اس میں داخل ہوا وہ امن میں آ گیا" (آل عمران ۹۷)

اللہ کی قدرت کے سوا دنیا میں کوئی طاقت اُس انتہائی بدنظمی اور طوائف الملوکی کے زمانے میں ڈھائی ہزار برس تک یہاں امن قائم نہیں رکھ سکتی تھی۔ اِسی نشانی کی طرف اللہ تعالیٰ کفارِ قریش کو توجہ دلاتا ہے کہ :

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِہِمْ (عنکبوت - ۶۷)

کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے ایک پُرامن حرم بنا رکھا ہے۔ حالانکہ اِن کے گردوپیش لوگ اُچکے جا رہے ہیں ؟

اس سے بھی زیادہ بڑے پیمانے پر ایک اور نشانی ہے جو اس سرزمین میں پائی جاتی ہے آپ ذرا وسیع نگاہ سے عرب کی تاریخ اور عرب کے ملک پر ایک نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ عربی قوم کا ایک قوم کی حیثیت سے باقی رہنا اور عربی زبان کا اس قوم کی زبان کی حیثیت سے زندہ رہ جانا بھی اسی بیت اللہ کی برکت کا نتیجہ ہے۔ دنیا میں آج کوئی ملک ایسا نہیں پایا جاتا، نہ کبھی پایا گیا ہے جس کا رقبہ تو اتنا وسیع ہو جتنا عرب کا ہے اور پھر اس پورے ملک میں ایک ہی زبان بولی جاتی ہو۔ اور دنیا میں کوئی ایسا ملک بھی نہ آج موجود ہے، نہ کبھی موجود رہا ہے جس میں چار ہزار برس سے ایک ہی زبان بولی جا رہی ہو۔ اتنی لمبی مدت میں زبانیں بدل کر کچھ سے کچھ ہو جاتی ہیں، اور اتنے وسیع و عریض ملکوں میں ایک نہیں، بیسیوں، بلکہ سینکڑوں زبانیں بن جاتی ہیں خصوصیت کے ساتھ جس ملک میں ہزارہا برس تک بدامنی اور بدنظمی رہی ہو، اور جو ملک صدیوں قبائلی لڑائیوں کی آماجگاہ بنا رہا ہو، اس کے اندر تو یہ وحدت باقی رہ جانا بالکل ہی ایک عجوبہ ہے۔ لیکن یہ معجزہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت نے اس سرزمین میں کر کے دکھا دیا، اور اس کا ذریعہ یہی خانہ کعبہ اور یہی حج تھا۔

یہ خانۂ کعبہ اور یہ حج اس کا ذریعہ کیسے بنا؟ اس کی مختصر تشریح یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو مرکز و مرجع (مثابۃ للناس) بنایا اور حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ لوگوں کو اس کا حج کرنے کی دعوتِ عام دے دیں، تو اس کے ساتھ یہ بھی فیصلہ فرما دیا کہ سال میں چار مہینے (ذی القعدہ،

ذی الحجہ اور محرم حج کے لیے اور رجب عمرے کے لیے) حرام قرار دے دیئے جائیں۔ حکم دے دیا گیا کہ ان چار مہینوں میں لڑائی بند رہے، حج اور عمرے کے لیے آنے جانے والوں کو کوئی نہ چھیڑے، اور اُن جانوروں پر بھی کوئی ہاتھ نہ ڈالے جو قربانی کے لیے بیت اللہ کی طرف لائے جا رہے ہوں۔ یہ حکم صرف ایک بندۂ خدا کی زبان سے ادا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی حکومت نہ تھی۔ اس کے پاس کوئی فوج، پولیس یا عدالت نہ تھی کہ اس کے زور سے وہ اس قانون کو جاری کرتا۔ مگر اس کی پشت پر اللہ رب العالمین کی طاقت تھی جس کے زور سے یہ حکم نافذ ہوا اور عرب کے باشندے نسلاً بعد نسل اس کی پیروی کرتے چلے گئے۔

اس حکم کی برکت یہ تھی کہ عرب کی سرزمین کو ہر سال چار مہینے امن و امان کے میسر آجاتے تھے جن سے فائدہ اٹھا کر ملک کے ہر گوشے سے قافلے بیت اللہ کی طرف آتے تھے، قبائل کے لوگ ایک دوسرے سے ملتے تھے، آزادانہ تجارت ہوتی تھی، میلے لگتے تھے، شاعری اور خطابت کے مقابلے ہوتے تھے، اور عرب کے دوسرے حصّوں میں بھی قافلوں کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔ اس طرح عربوں میں ایک قوم ہونے کا احساس زندہ رہا۔ ان کی زبان محفوظ رہی اور وہ تمام عربوں کی ایک ہی زبان بنی رہی۔ ان کی ثقافت اور ان کی روایات باقی رہیں۔ اور یہ قوم کٹ کٹ کر مر جانے سے بچ گئی۔ یہ سب کچھ اسی گھر کا صدقہ اور اسی حج کا کرشمہ ہے۔ اسی کی بدولت ایک قوم مرنے سے بچی، ایک زبان مٹنے سے بچی اور ایک ملک کے اندر ایک ہی زبان اور ایک ہی تہذیب برقرار رہی۔ یہ گھر نہ ہوتا اور یہ حج نہ ہوتا تو ہزاروں برس کی بدامنی و بدنظمی اور طوائف الملوکی سے عرب قوم اور عربی زبان اور عربی ثقافت کبھی کی مٹ چکی ہوتی۔

ایک اور نشانی ملاحظہ ہو۔ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں اپنی ایک بیوی اور ایک بچے کو لا کر چھوڑا تھا اُس وقت یہاں کوئی شہر تو درکنار برائے نام کوئی چھوٹا سا گاؤں تک نہ تھا۔ اس حالت میں ان کی زبانِ پاک سے یہ دعا نکلتی ہے کہ:

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ بِوَادٍ اے ہمارے پروردگار، میں نے اپنی نسل کا ایک حصّہ

غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا
لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ
النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ
لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۔ (ابراہیم : ۳۷)

لاکر ایک بے آب و گیاہ وادی میں بسا دیا ہے،
تیرے حرمت والے گھر کے پاس، اے پروردگار،
اس لیے کہ وہ نماز قائم کریں۔ پس لوگوں کے دل ان
کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں سے رزق
دے تاکہ یہ شکر گزار رہیں۔

اب دیکھیے کہ اس دعا کا ایک ایک لفظ کس طرح پورا کیا گیا۔ اِس بیت اللہ کے گرد یہ شہر مکہ آباد ہُوا۔ حج نے اس کو تمام عرب کا مرکز بنا دیا۔ تجارتی قافلے عرب کے ہر حصے سے یہاں آنے لگے اور یہاں سے گزرنے لگے۔ اسلام سے صدیوں پہلے یہ شہر ایک تجارتی منڈی بن چکا تھا اور دنیا بھر کا مال کھنچ کھنچ کر یہاں آتا تھا۔ آج بھی آپ دیکھیں گے کہ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو مکہ کے بازاروں میں آپ کو نہ مل جاتی ہو۔ اِسی چیز کو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بیان فرماتا ہے کہ:

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰى
اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا ۔
(القصص : ۵۷)

کیا ہم نے اہلِ مکہ کے لیے ایک پُر امن حرم نہیں
بنا دیا ہے جس کی طرف ہر طرح کے پھل کھچے چلے
آتے ہیں۔ ہماری طرف سے رزق کے طور پر؟

حضرات: عرب اور عربی قوم اور عربی زبان پر یہ ساری عنایات جس مقصدِ عظیم کے لیے فرمائی گئی تھیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایک دعا کو پورا کرنا تھا جسے قرآن مجید ان الفاظ میں نقل کرتا ہے:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ
الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ
اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ
لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۔ وَ
اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ

اور جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی بنیادیں
اٹھا رہے تھے تو وہ یہ دعا کر رہے تھے کہ اے
ہمارے رب، ہماری اس سعی کو قبول فرمالے۔
یقیناً تو سب ہی کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔
اے ہمارے رب، اور ہم دونوں کو اپنا مسلم (فرمانبردار)

التَّوَّابُ الرَّحِيمُ. رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ، إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (البقرہ: ۱۲۷-۱۲۹)

بنا لے اور ہماری نسل سے ایک ایسی امت پیدا کر جو تیری مسلم ہو، اور ہم کو ہماری عبادت کے طریقے بتا اور ہمارے قصور معاف کر، بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔ اے ہمارے رب! اور ان لوگوں کے اندر خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان کو تیری آیات سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے یقیناً تو ہی زبردست حکیم ہے۔

یہ تھا وہ اصل مقصد جس کے لیے عرب قوم اور عربی زبان کو زندہ رکھنے کا وہ اہتمام فرمایا گیا تھا جس کی تفصیل ابھی آپ نے سنی ہے۔ حضرت ابراہیم و اسماعیل کی یہ دعا، اور اس کے نتیجے میں آخر کار اسی شہر مکہ سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا اور پھر یہیں سے ایک عظیم الشان امت مسلمہ کا اٹھنا جو دنیا میں قیامت تک کے لیے توحید کی علمبردار بنی، یہ اللہ جل شانہ کی نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشانی ہے جس کا مشاہدہ آپ اِس حرم پاک میں کر رہے ہیں۔

یہی شہر مکہ ہے جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت الی اللہ کا آغاز فرمایا تھا اور یہی صفا کی پہاڑی ہے جس پر کھڑے ہو کر حضور نے سب سے پہلے قریش کے خاندانوں کو نام بنام پکار کر اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کی تلقین فرمائی تھی۔ اس شہر کے سرداروں نے حضور کی اس دعوت کو دبا دینے کے لیے اپنا سارا زور صرف کر دیا۔ یہ حرم کی زمین، یہ ابو قبیس کا پہاڑ، اور یہ مکہ کی گھاٹیاں، سب اس ظلم و ستم کے گواہ ہیں جو ۱۳ سال تک حضور اور آپ کے اصحاب پر توڑا گیا تھا۔ مگر آخر کار ان سب لوگوں نے نیچا دیکھا جنہوں نے دعوت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو نیچا دکھانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ دیکھ لیجیے، آج یہاں ابوجہل اور ابولہب کا نام لینے والا کوئی نہیں ہے اور اسی حرم کے میناروں سے پانچوں وقت اشہد ان محمداً رسول اللہ کی آواز بلند ہو رہی ہے۔

یہی خانۂ کعبہ ہے جس کی دیوار کے نیچے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور حال یہ تھا کہ مکہ میں ہر طرف مسلمانوں پر بے تحاشا ظلم ہو رہا تھا۔ اس حالت میں حضرت خباب بن الارت نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب تو ظلم کی حد ہو گئی ہے، کیا آپ ہمارے لیے دعا نہ فرمائیں گے؟ اس پر حضورؐ نے فرمایا: "یہ کام تو پورا ہو کر رہے گا، یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا جب ایک مسافر صنعاء سے حضر موت تک بے خوف و خطر سفر کرے گا۔ مگر تم لوگ بے صبری کر رہے ہو" اللہ کے رسول کی یہ بات حرف بحرف پوری ہوئی اور چند سال کے اندر ہی وہ وقت آگیا جب اسلام کی حکومت نے پورے جزیرۃ العرب میں مکمل امن قائم کر دیا۔

یہی خانۂ کعبہ ہے جس کے کلید بردار عثمان بن طلحہ سے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجی مانگی تاکہ بیت اللہ میں داخل ہو کر عبادت کریں۔ اس نے نہ صرف یہ کہ انکار کیا بلکہ حضورؐ کے ساتھ سخت بدکلامی کی۔ آپ خاموشی کے ساتھ اس کی ساری سخت سُست باتیں سُنتے رہے اور پھر بڑی سنجیدگی کے ساتھ فرمایا "اے عثمان، تم دیکھو گے کہ ایک روز یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور مجھے اختیار ہوگا کہ جسے چاہوں دے دوں"۔ عثمان نے کہا "اگر ایسا ہوا تو وہ دن قریش کے لیے ہلاکت اور ذلت کا دن ہوگا"۔ حضورؐ نے فرمایا "نہیں، وہ قریش کے لیے عزت اور سرفرازی کا دن ہوگا"۔ یہ قول بھی پتھر کی لکیر ثابت ہوا۔ اس بات کو دس سال سے زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ مکۂ معظمہ فتح ہوا۔ اسی عثمان بن طلحہ کو حضورؐ نے حکم دیا کہ کلیدِ خانۂ کعبہ پیش کرے۔ اس نے بے چون و چرا حاضر کر دی۔ حضرت عباسؓ نے باصرار درخواست کی کہ اب کلید برداری کعبہ کی خدمت بنی ہاشم کے سپرد کر دی جائے۔ لیکن حضورؐ نے وہ کنجی اسی عثمان بن طلحہ کو عطا کی اور فرمایا "خذوها خالدة تالدة لا ينزعها منكم الا ظالم" "لے لو اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تم سے اس کو کوئی نہ چھینے گا مگر ظالم"۔ یہ ارشاد بھی پورا ہو کر رہا۔ آج تک اس گھر کا کلید بردار وہی خاندان چلا آ رہا ہے جسے فتح مکہ کے روز حضورؐ نے اس کی کنجی سپرد فرمائی تھی۔

یہی شہر مکہ ہے جس کے لوگوں سے حضورؐ نے اپنی دعوت کے ابتدائی زمانہ میں فرمایا تھا